اسلام آباد (یو-کے)
۲/ اگست ۱۹۹۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازوں کے سلسلے کا آخری خطبہ

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا :-

نمازوں کے سلسلے میں جو خطبات دیئے جا رہے ہیں' آج یہ غالباً" اس سلسلے کا آخری خطبہ ہے۔ میں نے گزشتہ خطبہ میں التحیات پر گفتگو ختم کی تھی لیکن التحیات کا مضمون ابھی جاری تھا۔ اس لئے التحیات ہی سے میں اس مضمون کو دوبارہ اٹھاتا ہوں۔

التحیات کا مطلب ہے تحفے۔ اور تحفوں کا تعلق عام دیگر انسانی لین دین کے معاملات سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے۔ اس میں انسان ایک چیز کسی دوست یا کسی بڑے کے حضور اس خاطر پیش کرتا ہے کہ اس کے نتیجے میں اسے ویسی کوئی چیز نہ ملے بلکہ اس کی محبت اور رضاء حاصل ہو اور یہی تحفے کا مفہوم ہے۔ اس نقطہ نگاہ سے جو بھی مالی قربانی خدا کی راہ میں ہم پیش کرتے ہیں ان کے اندر بڑھا کر واپس لینے کا مضمون قربانی کرنے والے کے ذہن میں نہیں آنا چاہیئے۔ اسی مضمون کو قرآن کریم یوں پیش کرتا ہے کہ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ کہ تو یہ سوچ کر احسان نہ کیا کر کہ تو بڑھا کر واپس لے گا۔ اس لئے اگرچہ آپ کو بار بار یہ سمجھایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ بہت بڑھا چڑھا کر دیتا ہے لیکن اگر اس نیت سے خدا کے حضور پیش کیا جائے کہ زیادہ ملے گا تو یہ بہت ہی ادنیٰ سودا ہے اور اپنی قربانی کو تحفے کی بجائے ایک عام تجارت بنا دینے والی بات ہے۔ خدا سے تجارت کا معاملہ چلتا تو ہے مگر وہاں تجارت کا مفہوم اور ہے۔ پس التحیات نے ہمیں بتا دیا ہے کہ جو کچھ تم خدا کے حضور پیش کرتے ہو اس نیت سے پیش کیا کرو کہ اس کے بدلے جزاء ملے اور جزاء رضا کی جزاء ہو نہ کہ دنیاوی جزاء۔ اس

نیت سے تحفے کا مضمون سمجھنے کے بعد ہماری تمام قربانیوں پر ایک غیر معمولی اثر پڑے گا چنانچہ نماز نے ہمیں صرف مالی قربانیوں سے متعلق ہی نہیں سمجھایا بلکہ بدنی قربانیوں سے متعلق بھی یہی سمجھایا ہے فرمایا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ

اللہ تعالیٰ کو تحفہ پیش کرنے کے آداب

اَلصَّلَوٰتُ سے بدنی قربانی مراد ہے اور اَلطَّيِّبَاتُ سے وہ پاکیزہ چیزیں مراد ہیں جو قولی ہوں یا فعلی ہوں یا جنس سے تعلق رکھتی ہوں اور جو ہم خدا کے حضور پیش کرتے ہیں۔ پس اس پہلو سے انسان کے خدا سے تمام تعلقات تحفہ پیش کرنے کے تعلقات ہو جاتے ہیں۔ جو شخص تحفہ قبول کرتا ہے اس کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو انسان کسی بڑے انسان سے تحفہ لیتا ہے جبکہ اس کے مقابل پر وہ مالی لحاظ سے بھی اور دوسرے لحاظ سے بھی ادنیٰ ہوتا ہے۔ ایسا شخص دل میں خواہش تو بہت رکھتا ہے کہ میں کسی طرح بڑھا چڑھا کر پیش کروں لیکن اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتا۔ اس لئے اگر وہ شخص جس کے حضور وہ تحفہ پیش کرنا چاہے حقیقتاً معزز ہو اور دل کا کریم ہو تو وہ اس کے ادنیٰ کو بھی بہت بڑھا کر قبول کرتا ہے۔ اس کے سوا اس غریب کے دل کی تمنا پوری ہونے کی صورت باقی نہیں ہوتی گویا اس کے دل کی تمنا بھی کسی بڑے انسان کے کرم پر منحصر ہے۔ پس اس پہلو سے جہاں تک خدا کو تحفہ دینے کا تعلق ہے وہ تو یہی رشتہ بنتا ہے۔ ایک ایسے وجود کو تحفہ پیش کیا جا رہا ہے جو ہر لحاظ سے بالا ہے اور اسے ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس کو تحفہ پیش کرنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے لیکن جب وہ قبول کرتا ہے تو کرم کے نتیجے میں اس رنگ میں قبول کرتا ہے جیسے تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ اور چونکہ وہ زیادہ دینے کی استطاعت رکھتا ہے اس لئے وہ از خود زیادہ دیتا ہے ورنہ پیش کرنے والے کو تو اپنی غربت اور کم مائیگی کا احساس تھا۔ وہ تو اس شرم سے پیش کر رہا ہے کہ میں جو پیش کر رہا ہوں اس لائق نہیں کہ میں یہ پیش کر سکوں کیونکہ میرا محبوب اتنا بڑا ہے کہ میری طرف سے کچھ بھی پیش کیا جائے تو وہ چیز اس لائق نہیں ٹھہرتی کہ اس کے حضور پیش کی جائے۔ پس اس کے بعد اس کے دماغ میں یہ خیال آنا کہ جتنا میں دوں گا اس سے بڑھ کر وہ مجھے دے دے گا۔ کتنی کمینی بات ہوگی کتنی گھٹیا بات ہو جائے گی

اور تحفے کے مزاج بگاڑنے والی بات ہوگی۔ پس خدا تعالیٰ سے تعلقات کے وقت یہ سودا پیش نظر نہ رکھا کریں کہ ابھی میں نے دیا اور کل مجھے زیادہ مل جائے گا بلکہ یہ خیال کیا کریں کہ خدا کی راہ میں دینا چاہیئے اس کی استطاعت نہیں رکھتے اور تحفہ پیش کرنے کو دل چاہتا ہے اور تحفے کے مقابل پر اگر کوئی واپسی کی بات کرے تو اس سے بھی انسان شرم سے کٹ جاتا ہے تو اس نیت سے خدا کے حضور پیش کرنا چاہیئے کہ میں دے رہا ہوں اور شرم کے ساتھ دے رہا ہوں کہ جتنی توفیق ہے اس کے مطابق دے رہا ہوں ورنہ حق یہ تھا کہ اس سے بہت زیادہ دیا جاتا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور دنیا میں فوراً واپس نہ کرے تو یہ خیال دماغ میں پیدا ہو جاتا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ چندے میں بڑی برکت پڑتی ہے لیکن ہمیں تو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا' بہت ہی گھٹیا اور کمینی بات ہوگی اور یہ تحفہ نہیں رہے گا اور چونکہ تحفہ نہیں رہے گا اس لئے قبول بھی نہیں ہوگا کیونکہ التحیات نے ہمیں بتایا ہے کہ تحفے ہی ہیں جو قبول ہوں گے' باقی چیزیں نہیں ہونگی۔ اگر تحفہ پیش کرتے ہو تو منظور ہے۔ تحفہ نہیں تو پھر تم اپنے کام سے کام رکھو' خدا اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ تمہارے ساتھ ان قربانیوں کے نتیجے میں خدا سے تمہارا تعلق قائم نہیں ہوگا۔

دوسری بات التحیات ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ روزانہ ہم خدا کے حضور پانچ وقت جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ تو کوئی پہلے تحفے تو دوبارہ نہیں دیا کرتا۔ آخر ہم پانچ وقت کی ہر نماز میں بعض دفعہ ایک سے زیادہ دفعہ جب خدا کے حضور یہی بات پیش کرتے ہیں کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ تو اس کا یہ مطلب تو بہرحال نہیں ہو سکتا کہ ہم نے ایک دفعہ جو نیکیاں کر دیں' ایک دفعہ جو قربانیاں خدا کے حضور پیش کیں انہیں کو بار بار تحفہ بنا کر دے رہے ہیں کیونکہ دنیاوی تعلقات میں تو انسان ایسا نہیں کرتا۔ اگر ایسا کرے تو بہت ہی پاگل اور احمق دکھائی دے گا۔ پس نماز پانچ وقت یہ پیغام دیتی ہے کہ دو نمازوں کے دوران تم نے کوئی نیکی کی ہے کہ نہیں۔ اگر دو نمازوں کے دوران کوئی اچھا نیک قول بھی تم نے کہا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اور

قرآن کے ارشاد کے مطابق وہ بھی ایک ہدیہ ہے' ایک تحفہ ہے' ایک اچھا نیک عمل ہے خواہ قول بھی اچھا ہو تو وہ بھی نیک اعمال میں شمار ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس عرصے میں کوئی اور نیک عمل کرنے کی توفیق نہیں ملی تو ذکر الٰہی کی توفیق ملی ہوگی۔ کسی کو نیک نصیحت کرنے کی توفیق ملی ہوگی غیر کو نہیں تو اپنی بیوی' اپنے بچوں کو' اپنے ساتھیوں کو کوئی اچھی بات کہنے کی توفیق ملی ہوگی اس تمام عرصے میں جو دو نمازوں کے درمیان آپ پر گزرتا ہے کچھ نہ کچھ تحفہ آپ نے ضرور بنانا ہے اور وہی تحفہ ہے جو خدا کے حضور پیش کیا جائے گا۔ پس اگر اس پہلو سے سوچتے ہوئے جب آپ نماز میں اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ کہتے ہیں تو بسا اوقات دل کانپ جائے گا کہ ہم خالی ہاتھ آئے ہیں اور بات یہ کر رہے ہیں کہ اے خدا! ہم تیرے حضور تحفہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور تحفے بھی ایسے ہیں جو جمع کی صورت میں ہیں یعنی تحائف پیش کر رہے ہیں۔ وَالصَّلَوٰتُ نیک اعمال کے ذریعے' بدنی قربانیوں کے ذریعے بھی وَالطَّیِّبَاتُ اور اچھی چیزیں پیش کر کے بھی۔ پس اس مضمون کو سمجھنے کے بعد التحیات کا پیغام بہت ہی وسیع ہو جاتا ہے اور زندگی کے ہر دائرے پر حاوی ہو جاتا ہے۔ روزمرہ کی نمازوں میں نیکیاں بھرنے کی طرف ہمیں متوجہ کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اللہ کے حضور وہی نیکیاں قبول ہونگی جو تحائف کا رنگ رکھتی ہوں گی اس کے بغیر نہیں۔ چنانچہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ میں دراصل یہی پیغام ہے جو دیا گیا ہے کہ نیکی کی تعریف ہی تم نہیں سمجھتے اگر تمہیں یہ پتہ نہ ہو کہ جو کچھ خدا کے حضور پیش کرتے ہو' وہ کرو جو سب سے اعلیٰ ہو۔ اگر تمہیں سب سے اچھا پیش کرنے کا مزاج نہیں ہے۔ اگر تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ خدا کے حضور سب سے اچھا پیش کرنا چاہیئے تو تمہیں نیکی کی تعریف کا علم نہیں ہے۔ پس نیکی کی تعریف اور تحفے کی تعریف ایک ہی ہوگی کیونکہ تحفے میں بھی انسان اچھی چیز چن کر پیش کیا کرتا ہے جبکہ TAX میں بری چیز چن کر پیش کیا کرتا ہے۔ اگر مالیہ وصول کرنے والے گندم کی شکل میں مالیہ وصول کرنے آئیں تو کبھی زمیندار یہ نہیں کرتا کہ بہترین گندم چن کر وہ مالیہ والوں کے سپرد کر دے۔ جو سب سے ذلیل' پانی میں ڈوبی ہوئی یا کالی ہوئی ہوئی گندم

ہے وہ مالیہ میں لگا دے گا۔ لیکن تحفے میں برعکس مضمون ہے۔ پس حقیقت میں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا میں تحفے ہی کی تعریف کی جا رہی ہے چنانچہ فرمایا حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کہ جب تک تمہیں محبت نہ ہو۔ پس محبت ہی کے نتیجے میں تحفہ پیدا ہوتا ہے اور چونکہ تحفہ محبوب کے لئے پیش کیا جاتا ہے اس لئے محبوب کے لئے محبوب چیز پیش کی جاتی ہے۔ پس وہ اعمال قبول ہوں گے جو آپ کو محبوب ہوں، جن کو فخر کے ساتھ آپ پیش کر سکیں اور وہ اچھی چیزیں مالی قربانی ہو یا کوئی اور کلمات کے ذریعے خدا تعالیٰ کی حمد کا بیان ہو، وہ ساری اچھی چیزیں جو آپ پیش کرتے ہیں ایسے رنگ میں ہوں کہ سجی ہوئی ہوں، آپ کو اچھی لگ رہی ہوں۔ آپ کی نظر میں بھی محبوب ہوں۔

اس کے بعد یعنی اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ کے بعد انسان کہتا ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۔ کہ اے نبی ہم تجھ پر سلام بھیجتے ہیں۔ یہ سلام درحقیقت تحفے ہی کے رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے کیونکہ خدا کو تحفہ دینے کے بعد جو سب سے زیادہ محبوب ہستی ہمیں دکھائی دیتی ہے وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہستی ہے اور اللہ کو تحائف پیش کرنے کے بعد سب سے زیادہ تحفے کا حق اگر کوئی وجود رکھتا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کو وجود ہے۔

اس سلسلہ میں بعض لوگ ناسمجھی سے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مخالب کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نعوذباللہ حاضر ناظر ہیں اور حاضر ناظر کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ اگر یہ دلیل درست ہو تو پھر خدا حاضر ناظر نہیں رہے گا کیونکہ اسی تخاطب میں اَلتَّحِيَّاتُ لَكَ يَا اللّٰه نہیں کہا گیا بلکہ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ فرمایا گیا ہے، تو خدا غائب ہو گیا اور محمد رسول اللہؐ حاضر ہو گئے یہ مضمون تو بالکل ہی اکھڑ جائے گا، بے معنی ہو جائے گا۔ اس لئے یہاں جو تخاطب ہے وہ اور معنی رکھتا ہے۔ بعض دفعہ حاضر کو عزت اور احترام کے نتیجے میں غائب کیا جاتا ہے اور غائب کو بھی عزت اور احترام کے نتیجے میں حاضر کیا جاتا

ہے۔ "آنحضرتؐ" جو ہم کہتے ہیں تو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم غائب بھی ہیں مگر معزز بھی ہیں کیونکہ "آں" کا لفظ اعزاز کے لئے بولا جاتا ہے لیکن یو۔پی میں جب خطاب کرتے ہیں تو بعض دفعہ حاضر کو غائب کے طور پر یہ بتانے کے لئے خطاب کرتے ہیں کہ ہم آپ کی بہت عزت کرتے ہیں اور بعض دفعہ غائب کو عزت کی خاطر مخاطب کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ "آپؐ نے یہ فرمایا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو "آپ" کہہ رہے ہیں حالانکہ آپ غائب ہیں تو یہ جو طرز تخاطب ہے یہ اسی معنی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو عزت اور احترام کی خاطر آپ کہا جا رہا ہے حالانکہ آپ غائب ہیں اور خدا حاضر ہے لیکن اسے عزت اور احترام کی خاطر غائب کیا جا رہا ہے اور کلام کا یہ محاورہ دنیا کے ہر کلام میں ملتا ہے۔ پس خدا کے ساتھ اس کی عظمت اور شان کے پیش نظر حاضر ہوتے ہوئے بھی غائب کا خطاب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا خدا کے مرتبہ کے بعد دوسرے مرتبہ پر ذکر ہے لیکن غائب ہوتے ہوئے بھی مخاطب کا خطاب ہے اور اس سے زیادہ اس کے اور کوئی معنی نہیں ہیں۔ نعوذباللہ یہ مطلب نہیں ہے کہ جب ہم سلام بھیجتے ہیں تو جیسا کہ بعض مسلمان یقین کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمارے سامنے آکھڑے ہوتے ہیں گویا ہر نماز پڑھنے والے کی نماز کے سامنے اس موقعہ پر وہ آکھڑے ہوں گے۔ یہ محض ایک جاہلانہ بات ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور یہ خیال بھی شرک ہے۔ پس جب بھی آپ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے ہیں تو عزت اور احترام کے لئے خطاب کر رہے ہیں ورنہ حقیقت میں سامنے رکھ کر خطاب نہیں کر رہے۔

نماز میں سلام بھیجنے کی حکمت

دوسری بات اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۔ ہے یعنی ہم سب پر بھی سلام ہو اور مخاطب کے متعلق متکلم کا صیغہ آیا کرتا ہے۔ پس اس پہلو سے بھی التحیات کے اندر ایک حسن بلاغت پایا جاتا ہے۔ غائب میں خدا کی بات ہوئی۔ پھر مخاطب میں حضرت محمد رسول اللہؐ کی بات ہوئی۔ اس کے بعد ہم متکلم میں داخل ہو گئے

اور اپنے ساتھ تمام مومنین کو شامل کر لیا خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ اس لئے اس مضمون میں موجودگی کی کوئی بحث نہیں ہے۔ صرف ایک درجہ بدرجہ مرتبے کی گفتگو ہو رہی ہے اور ایک حسن کلام ہے جو اس شان کے ساتھ اپنے پہلو بدل رہا ہے۔

وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ۔ پھر تمام صالح بندوں پر سلامتی بھیجی گئی۔ اس مضمون پر جا کر سورۂ فاتحہ سے ہم نے جو مضامین سیکھے تھے وہ اپنے درجہ کمال کو پہنچ گئے اور خدا تعالیٰ کی حمد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی مدح کی اور اپنے لئے اور تمام مومنین کے لئے ہر قسم کی دعائیں ہم نے اس میں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلقات قائم کئے۔

اب اس کے بعد یہ سوال ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کیا موقعہ ہے اور اس مقام پر اسے کیوں سجایا گیا ہے؟ میں نے جہاں تک غور کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ درحقیقت سورۂ فاتحہ میں موجود ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی سورۂ فاتحہ میں موجود ہے اور یہ مضمون سورہ فاتحہ ہی کا ہے جو یہاں آکر کامل ہوتا ہے اور ہمیں ایک نئی طرز پر بتایا جا رہا ہے۔ جب ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہتے ہیں تو یہاں صرف معبود کے طور پر خدا کا اقرار ہی نہیں کرتے بلکہ اِیَّاکَ کہہ کر ساتھ غیب کی نفی بھی کر رہے ہیں تو حقیقت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مضمون اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں بہت شان کے ساتھ گویا مختلف لفظوں میں بیان ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جب ہم انعمت علیھم کے مضمون میں داخل ہوتے ہیں تو سب سے بڑا نبی جس پر سب سے زیادہ انعاموں کی بارش کی گئی وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی تھے۔ اسی لئے نماز میں جب ہم یہ دعا مانگتے ہیں کہ ان لوگوں کے رستے پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا تو سب سے زیادہ واضح طور پر جو نبی انسان کے ذہن پر چھا جاتا ہے وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ آپ ہی ہیں جو ذہن پر چھاتے ہیں۔ آپ ہی ہیں جو دل میں سما جاتے ہیں اور حقیقت میں آپ کے نام کے ساتھ باقی سب نبیوں کا نام شامل ہو جاتا ہے۔ پس انعام یافتہ لوگوں میں سب سے اہم ذکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم کا ہے اور اسی کا دوسرے لفظوں میں بیان یوں ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو نماز نے چونکہ درجہ بدرجہ ہماری تربیت کی اور سورۂ فاتحہ کا مضمون ہم پر مزید کھلتا چلا گیا۔ اس مضمون کا معراج یہ کلمہ ہے' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ لیکن یہاں یہ کلمہ تجربے کے بعد بیان ہوا ہے۔ نظریاتی طور پر نہیں۔ سورۂ فاتحہ نے ہمیں خدا سے تعلقات کے ایسے تجارب سے گزارا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مقام ہم پر اس طرح ظاہر فرمادیا کہ تحفہ دیتے وقت سب سے پہلے خدا کی ذات کا تصور ذہن میں آیا اور اس کے معاً بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا تصور ذہن میں آیا۔ پس اس مضمون نے ہمیں یاد کرایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ حقیقت میں دو ہی چیزیں ہیں۔ اللہ کی ذات اور محمد رسول اللہ۔ باقی سب افسانے ہیں۔ باقی وہ ہیں جو ان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ تعلق کی بناء پر ان کا وجود بنتا ہے۔

درود میں حضرت ابراہیمؑ کے ذکر کی حکمت

یہاں تک سورۂ فاتحہ کا سفر حاضر اور مستقبل کا سفر تھا۔ اس میں حاضر کے طور پر مخاطب کیا جا رہا ہے اور حاضر یا مستقبل کے طور پر دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔ اب نماز آپ کو دوسرے زمانوں کا سفر بھی کرائے گی اور پہلوں کی یادیں بھی آپ کے لئے لے کر آئے گی۔ چنانچہ آپ دیکھیں شروع سے آخر تک جب تک ہم کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں پڑھتے اور یہ شہادت نہیں دیتے اس وقت تک ہماری ساری دعائیں حاضر اور مستقبل سے تعلق رکھنے والی دعائیں ہیں۔ ان معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر دعا بھیجتے وقت بھی آپ کو ماضی کے وجود کے طور پر مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ ایک حاضر وجود کے طور پر مخاطب کیا گیا ہے اور اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ آپ کا زمانہ زندہ ہے۔ آپ ایک ایسے زندہ نبی ہیں جو زمانی لحاظ سے ماضی میں نہیں رہے بلکہ حال کے بھی نبی ہیں اور مستقبل کے بھی نبی ہیں۔ اس "اب تک" کا جو مضمون تھا وہ چونکہ حاضر اور مستقبل کے زمانے سے تعلق رکھتا تھا اس لئے آپؐ کا ذکر ان لوگوں میں

کیا گیا۔ اب ماضی کی طرف بھی نماز ہمیں لیکر جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے معاً بعد جب ہم کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ کہہ کر درود بھیجتے ہیں تو ماضی کے نیک لوگوں کے لئے بھی دعائیں مانگتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد جس کا سب سے زیادہ حق ہے کہ اس پر سلام بھیجا جائے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوالانبیاء بھی کہلاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی بزرگ نبی ہیں جن کی اولاد میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پیدا ہوئے۔ آپ وہی بزرگ نبی ہیں جن کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ نے قبولیت کا شرف بخشا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ کی دعاؤں کا بہترین ثمر ہیں۔ پس اس تعلق کو ظاہر کرنے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ تم اگر اپنے محسنوں کے لئے دعا کرتے ہو اور ان کو تحائف پیش کرتے ہو تو ایک بڑے عظیم سابق محسن کو بھی یاد رکھنا اور وہ ابراہیم ہیں اور ان کے حوالے سے پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر سلامتی بھیجو۔ سلامتی تو ہم دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر بھیج رہے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وجود کے ساتھ منسلک کر کے حضرت ابراہیم کو بھی بہت ہی عظیم خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور کَمَا صَلَّیْتَ میں جاری سلامتی ہے، کوئی ماضی کی سلامتی نہیں ہے۔ یہ مضمون بھی لوگ غلط سمجھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم پر سلامتی بھیجی گئی تھی اور ختم ہو گئی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر سلامتی بھیج۔ اگر ایسی محدود سلامتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیلئے مانگی ہے تو اس سے نہ مانگنا بہتر ہے۔ کَمَا صَلَّیْتَ میں دراصل ماضی کا واقعہ ہے۔ ماضی میں سلامتی شروع ہوئی تھی اس لئے ماضی کا صیغہ بولا گیا ہے ورنہ ہرگز یہ مراد نہیں کہ وہ سلامتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وقت پر آکر ختم ہو گئی بلکہ قرآن خود بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کا نام سلامتی کے ساتھ قیامت تک لیا جائے گا۔ آخرین میں بھی سلامتی کے ساتھ آپ کو یاد کیا جائے گا۔ پس اس طرح اس درود کا مطلب یہ بنے

گا کہ اے خدا! تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر اسی طرح ہمیشہ جاری رہنے والی سلامتیاں بھیج جس طرح تو نے ابراہیم پر ہمیشہ جاری رہنے والی سلامتی بھیجی تھی۔ جس طرح ابراہیم کی نسل میں تو نے عظیم الشان پھل لگائے اسی طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نسل میں بھی بہت ہی عظیم الشان پھل لگا۔ جس طرح ابراہیم اور ابراہیم کی اولاد سے تو نے محبت کی اور ان سب سے محبت کی جو ابراہیم کے پیچھے چلنے والے تھے اسی طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی اولاد اور ان سب سے محبت فرما جو آپ کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ پس ان معنوں میں درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ایک اور رنگ بھی اختیار کر لیتا ہے اور کیونکہ ایک ماضی کے محسن کا ذکر ہے اس لئے نماز کی دعا زمانے میں وسیع تر ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق ماضی سے بھی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی تعلق کی بناء پر آگے چل کر آپ کو اپنے والدین کے لئے بھی دعا سکھا دی گئی۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ میں پہلے اولاد کا بتایا لیکن سارے زمانے اکٹھے کر دیئے ہیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ اے خدا مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنا دے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اور میری اولاد کو بھی نماز پر قائم کر دے۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اے ہمارے رب! ہماری دعا قبول فرما۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ اے خدا! مجھے بھی بخش دے اور میرے والدین کو بھی بخش دے تو جس طرح روحانی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے والدین کا ذکر کیا گیا اسی طرح دعا کرنے والے نے اپنے والدین کا بھی ذکر کیا کہ مجھے بھی بخش۔ میری اولاد کو بھی بخش اور میرے والدین کو بھی تو حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور آئندہ نسلوں کا تعلق روحانی طور پر ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے اس دعا میں ویسا ہی اپنی اولاد کے ساتھ، اپنے ساتھ اور اپنے والدین کے ساتھ ایک تعلق دکھا کر اس کی دعا سکھا دی گئی۔

نماز میں لذت کا لامتناہی سلسلہ

پس نماز کو اگر آپ غور سے پڑھیں تو ایک لامتناہی مضمون ہے جو کبھی ختم نہیں ہو

سکتا اور یہ ناممکن ہے کہ ہر نماز میں نماز کا ہر پہلو سے حق ادا ہو۔ اس لئے کہیں نہ کہیں آپ کو کسی جگہ ٹھہر کر نماز کی لذت حاصل کرنی ہوگی اور یہ آپ کے مزاج اور حالات کے مطابق ہے۔ ہر لفظ پر اگر آپ ٹھہریں اور اس طرح غور کر کے نماز پڑھیں تو ایک ہی نماز ۲۴ گھنٹے چلتی رہے گی اور یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مزاج کو ایسا بنایا ہے کہ وہ بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی کسی خاص مزاج میں انسان نماز پڑھ رہا ہے اور کبھی کسی خاص مزاج میں نماز پڑھ رہا ہے۔ کبھی سورۃ فاتحہ کا پہلا حصہ ہے اس نے ہی دل تھام لیا ہے اور آگے نہیں بڑھنے دیتا۔ کبھی درمیان میں آکر دل اٹکتا ہے کبھی آخری پر۔ کبھی رکوع میں کبھی سجود میں گویا کہ مختلف حالات میں مختلف انسان اپنے مزاج کے مطابق مختلف رنگ میں نماز سے لذت پانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے جو شخص متلاشی ہوگا جب اس کو اپنے مزاج کی چیز کہیں ملے گی تو وہ وہیں ٹھہر جائے گا اور وہاں وہ زیادہ لطف اٹھائے گا اور اس طرح کوئی نماز بھی انسان کی ایسی نہیں جو لذتوں اور پھلوں سے خالی رہ جائے لیکن اگر غفلت کی حالت میں نمازیں ادا کرنی ہیں تو ساری عمر کی نمازیں بھی خالی ہونگی' خالی برتن ہوں گے' ایسے برتن کہ جب آپ یہ خدا کے حضور پیش کریں گے اور کہیں گے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ تو خالی التحیات کے کھوکھلے برتن ہوں گے جن میں نہ اَلصَّلَوٰتُ ہونگی نہ اَلطَّيِّبَاتُ ہوں گی۔ یہ ایک تمسخر ہے۔ اپنے ساتھ بھی دھوکہ ہے اور خدا سے بھی دھوکہ کرنے کی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بنائے کہ ہماری عبادات کو اپنے ذکر سے بھر دے اور ایسے ذکر سے بھر دے کہ جس سے ہماری زندگیاں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ معطر رہیں۔ ہمارے وجود خدا کی ذات سے لذت پانے والے ہوں' جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اور خدا کی ذات کے رنگ اور اس کی صفات ہماری ذات میں جاری ہونے والی ہوں۔ یہ وہ نماز ہے جو بالآخر انسان کو خدا نما بنا دیتی ہے۔ یہ وہ نماز ہے جس کے بعد انسان جتنی دفعہ بھی نمازمیں جاتا ہے ہر دفعہ کوئی نیا موتی لیکر نکلتا ہے۔ نیا گوہر لیکر واپس لوٹتا ہے۔ کبھی انسان ایسی نمازوں سے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتا' اور جتنا ترقی کرتا ہے اتنا ہی خدا کے رنگ اس پر پہلے سے بڑھ کر چڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اتنا ہی زیادہ اس میں

انکسار پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ وہ رکوع اور سجود کا اہل ہوتا چلا جاتا ہے اور تکبر کی بجائے اس میں انکساری بڑھنے لگتی ہے۔ خدا کرے کہ ہمیں ہمارے بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی، موجودہ نسلوں کو بھی اور آئندہ نسلوں کو بھی ایسی ہی نمازیں نصیب ہوں۔